اخوت

عبدالقادر حسن

15 جنوری 2004 روزنامہ جنگ

سیاست اور سیاستدانوں پر لکھتے لکھتے ہاتھ شل ہو چکے ہیں مگران خواتین وحضرات کے طور اطوار میں ذرا بھر تبدیلی نہیں دیکھی۔ یوں لگتا ہے جیسے ان سیاست دانوں نے عوام کی طرح ہم اخبار نویسوں کو بھی بے وقوف بنایا ہے اور ہم ہیں کہ بخوشی اپنے خرچ پر ان کا ذکر کئے جا رہے ہیں اور بے وقوف بنتے جا رہے ہیں۔ سیاست کے برعکس اس ملک میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو سیاست کی غلاظتوں سے دامن بچا کر اس ملک کے مسائل اور مصائب زدہ عوام کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں مگر ہم اخبار نویس ان مخلص لوگوں کی طرف بہت کم توجہ کرتے ہیں۔ مثلاً کافی دن ہوئے کہ لاہور کے گورنر ہاؤس میں خدمت خلق میں مصروف ایک تنظیم نے تقریب منعقد کی۔ گورنر نے بڑے شوق اور جذبے کے ساتھ اس تقریب کی میزبانی کی اور اس انتہائی متاثر کن تقریب میں دامے درمے وہ صحافی بھی شریک ہوئے جن کی جیبوں میں سوائے تنخواہ کے اور کچھ نہ تھا۔ وہ یہاں آئے تو تقریب کی رپورٹ کرنے کے لیے تھے لیکن اس دوران اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے اپنے قلیل رزق حلال میں سے اس کار خیر میں حصہ لینا واجب سمجھا۔ اس سے آپ اندازہ کریں کہ یہ تقریب کس قدر کامیاب اور ولولہ انگیز تھی۔ جس ادارے کی یہ تقریب تھی وہ ''اخوت پاکستان'' کے نام سے معروف ہے اور سیکٹر بی ون ٹاؤن شپ لاہور میں صدر دفتر رکھتا ہے مگر ذرا اس کے صدر دفتر اور اس کے کارناموں کو ملاحظہ فرمائیے۔ گورنر ہاؤس کے سبزہ زار میں منعقدہ اس تقریب سے اپنے ادارے کا تعارف کراتے ہوئے ایگزیکٹو ڈائریکٹر ڈاکٹر امجد ثاقب نے ہمیں بتایا کہ ہم ان لوگوں کے لیے کام کرتے ہیں جن کی رسائی بنکوں تک نہیں ہوتی۔ ہم بلا سود قرضے دے کر ان غریبوں کو اپنے قدموں پر کھڑا کرتے ہیں اور وہ غربت کی لکیر سے اوپر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ ہم مستحق لوگوں کے قرضوں کے لیے حکومت سے کوئی امداد نہیں لیتے اور نہ ہی ڈونر ایجنسیوں اور عالمی اداروں سے بھیک مانگتے ہیں۔ ہمارے خیال میں غربت کا خاتمہ حکومت سے پہلے معاشرے کی ذمہ داری ہے۔ اس اخوت کا پہلا مظاہرہ مدینہ شریف میں ہوا جہاں مسلمانوں نے اپنے مال

واسباب میں مکہ کے مہاجرین کو شریک کرلیا۔ پاکستان میں پانچ کروڑ انسان غریب ہیں اور ہم ان کی غربت کا خاتمہ کر سکتے ہیں۔ ہمارا حال یہ ہے کہ ہمارا کوئی دفتر نہیں، ہماری کوئی گاڑی نہیں، ہماری کوئی تنخواہ نہیں۔

ہمارا پروگرام ایک مسجد سے شروع ہوا اور یہی مسجد اب ہمارا دفتر ہے۔ یہیں ہم مستحق افراد کو چیک تقسیم کرتے ہیں اور یہیں مسجد میں ہماری ماہانہ میٹنگ ہوتی ہے۔ اس طرح ہم نے مسجد سے ایک رشتہ استوار کرنے کی بھی کوشش کی ہے۔ مسجد محض ایک عبادت گاہ ہی نہیں اسے غربت کے خاتمہ اور سماجی ترقی کا مرکز بنایا جاسکتا ہے۔ گزشتہ دو برسوں میں ہم نے آٹھ سو گھرانوں کو 80 لاکھ سے زیادہ رقم فراہم کی۔ ہمارے پاس چالیس لاکھ روپے کی رقم جمع ہے اور چونکہ سو فیصد ریکوری ہوتی ہے اس لیے یہ رقم مسلسل گردش کرتی رہتی ہے۔ ہر ماہ تیس چالیس افراد کو چار لاکھ روپے قرضہ فراہم کرتے ہیں۔ ہماری خواہش تو یہ ہے کہ کوئی بھی غریب سرمائے کی فراہمی کے لیے ہم سے رجوع کرے تو ہم یہ سرمایہ اس کی دہلیز تک پہنچانے جائیں۔ ہم اس ادارے سے مستفید ہونے والوں کی تعداد ایک ہزار سے ایک لاکھ تک لے جانا چاہتے ہیں۔ بظاہر یہ مشکل کام ہے اور اسی لیے ہمیں مشورہ دیا جاتا ہے کہ باہر کے مالیاتی اداروں سے رجوع کریں لیکن ہم بحیثیت مسلمان توکل اور اعانت خداوندی کے قائل ہیں۔ ہمارا یقین ہے کہ یہ جس کا کام ہے وہی وسائل کا بندوبست بھی کرے گا۔ اگر ایدھی فاؤنڈیشن کو ہر سال چالیس کروڑ روپے کے عطیے مل سکتے ہیں تو اہل دل ''اخوت'' سے وابستگی کا مظاہرہ کیوں نہیں کر سکتے؟

گورنر ہاؤس کی اس تقریب میں وہ لوگ بھی موجود تھے جو اس ادارے سے مستفید ہوئے۔ کسی نے کھوکھا لگا لیا، کسی نے ریڑھی لگالی، کسی نے کوئی چھوٹا موٹا کام کرلیا اور محتاجی و غربت سے نکل کر اپنے قدموں پر کھڑا ہوگیا۔ ان میں خاصی تعداد خواتین کی تھی۔ گورنر صاحب نے اس تقریب میں شہر کے دولت مند لوگوں کو شرکت کی دعوت دی تھی جنہوں نے ''اخوت'' کی اچھی خاصی خدمت کی۔ اس کام سے متاثر ہو کر اور تو اور ہم صحافیوں نے بھی پانچ سو ہزار تک حصہ لیا جبکہ دوسرے لوگ لاکھوں کی صورت میں اس کارِ خیر میں شریک تھے۔

خواتین و حضرات! بات بڑی واضح ہے کہ ملک میں غربت اتنی نہیں جتنی دولت کی تقسیم

غلط ہے۔ ایک طرف خودکشیاں ہیں دوسری طرف کروڑوں میں کھیلنے والے ہیں اور ہمارے حکمران بھی ان بڑے لوگوں میں شامل ہیں جو سرکاری اخراجات کی صورت میں غربت میں مسلسل اضافہ کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اخوت والے اگر صفر اخراجات سے کسی مسجد کو مرکز بنا کر یہ کام کر رہے ہیں تو دوسرے لوگ ایسا کیوں نہیں کر سکتے اور لاہور سے باہر دوسرے شہروں میں یہ کام کیوں نہیں شروع ہو سکتا۔ یہ غریب لوگ جو چند ہزار روپے کی مدد لیتے ہیں اس کو سو فیصد واپس بھی کرتے ہیں اور ان کی جگہ ایک اور گھرانہ غربت سے نکل آتا ہے۔ یہ غریب لوگ بنک خور نہیں ہیں۔ یہ صرف عزت کی زندگی اور رزق حلال کے طلب گار ہیں۔ یہ کون حساب لگا سکتا ہے کہ جن لوگوں نے یہ کام شروع کیا ان کے حصے میں کتنی نیکیاں جمع ہو رہی ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن سے یہ معاشرہ زندہ ہے اور اس کی شرم باقی ہے۔ ان لوگوں اور ان لوگوں کے کام کی تعریف کے لیے کوئی موزوں الفاظ کہاں سے لائے۔ اصل اسلام یہی ہے اور دراصل مسلمان یہی لوگ ہیں جو ایک فلاحی معاشرہ قائم کرنے کی طرف گامزن ہیں۔ وہ معاشرہ جو انسانی تاریخ میں پہلی بار مدینہ کی مسلمان ریاست نے شروع کیا تھا۔